© rasailojaraid.com

جدید ترکی ادب میں معاشرتی موضوعات

ترجمہ از جناب محمود الحسن صاحب ایم اے (فائنل) مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

( )

گاؤں کے زمیندار ایسے دوست لکھا ہے جو دیہاتی سرمایہ دار، ہیں اور شہر میں رہتے ہیں، لیکن گاؤں میں ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک ہیں۔ یہ دیہاتی سرمایہ دار، عدالتی کارروائی سے واقف ہوتے ہیں، اور بے شمار قانونی داؤ پیچ کسان کو ملکیت سے محروم کرنے کی استعمال کرتے ہیں، گاؤں کا زمین دار اس قسم کے لوگوں سے مشورہ حاصل کرتا ہے۔ اس کے بدلے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتا اور قابلِ حصول زمین کے بارے میں اطلاع دیتا ہے۔ لیکن زمینداروں کا طاقت ور اتحاد جنھیں گورنمنٹ کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے وہ اس کسان کی مخالفت کرتے ہیں جو اپنی ملکیت رکھنا چاہتا ہے اور اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے آمادہ پیکار ہو Badman اس کشمکش میں مداخلت کرتا اور تیسری طاقت بن کر اس محروم طبقہ کی جنگ میں شریک ہو جاتا ہے وہ زمینداروں اور ان کے ماتحتین کو معزول کرتا اور کسانوں کو ملکیت اور اُن کی آزادی قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے، بعض معاملات میں سماجی مصلح کی حیثیت سے بھی کام کرتا ہے۔ ادب میں یہی موجود رجحان ہے، زمین کو کسانوں میں تقسیم کرو۔

بہرحال اس ادب کے ذریعہ ایک شخص یہ محسوس کر سکتا ہے کہ زمیندار بذات خود چاہے اس کی گرفت کا دائرہ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو اپنی جہالت کی بنا پر مصیبت جھیل رہا ہے، وہ ایسی زندگی گذار رہا ہے جو معاشی اور ذہنی اعتبار سے کسانوں سے مختلف نہیں ہے اس وجہ سے تعلیم اپنے وسیع پہلوؤں کے اعتبار سے ایک بار پھر ذریعہ بن کر سامنے آتی ہے جس سے جہالت کا خاتمہ ہو سکے اور جو زمینداروں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسانوں دونوں کو اٹھاکر متمدن سطح تک پہونچا دے۔ آگے بڑھیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمینداروں اور کسانوں کے درمیان تصادم کے باوجود ان کے اندر ایک دوسرے سے قریب ہونے کا احساس موجود ہے۔ وہ ایک ہی کمیونٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ہی سماجی قوانین پر یقین رکھتے ہیں اور باہر دنیا کے سامنے ایک ہی جنس کی جماعت کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

گاؤں کی ان تمام سماجی غم انگیزیوں کی تہہ میں دو بنیادی سوالات موجود ہیں جنھوں نے بالخصوص اناطولیہ کے عوام کو صدیوں سے پریشان کر رکھا ہو۔ یہ مسئلہ قابل زراعت زمین کی کمی اور دوسرے پانی کا قحط۔ یہ دونوں وجوہات گاؤں یا خاندان میں خون خرابہ پیدا کرتے رہتے ہیں جس کا سلسلہ نسلوں تک باقی رہ سکتا ہے۔ اناطولیہ کے اندر بہتی ہوئی ندیوں کے پانی کی شرکت اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کی سائنٹفک تنظیم اور استعمال لازمی ضرورت بن گئی ہے۔ طالب آچیدین کی ناول "چاول پیدا کرنے والے ایک گاؤں کی کہانی" اور کمال طاہر کی ناول 'مردہ وادی'، دونوں اس مسئلہ پر اعلیٰ بصیرتیں مہیا کرتی ہیں۔ ادب ان طریقوں کو نہیں اپناتا جنھیں اپنا کر زمین اور پانی کی قلت کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن اس حقیقت پر توجہ دلاتا ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہی ایسے ہتھیار ہیں جو غیر دوستانہ فطرت کو شکست دے سکتے ہیں کوئی شخص اعتماد سے یہ کہہ سکتا ہو کہ ادب مستقبل قریب میں کھل کر ٹیکنالوجی کل حل کی تبلیغ کرے گا۔

جدید ترکی ادب گاؤں اور شہر کے مابین تعلق پر مسلسل اشارے کر چکا ہو' اور ان رویوں پر بھی روشنی ڈال چکا ہو جو گاؤں اور شہر کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کرتے ہیں۔ ان دونوں طبقوں کی تصویر کشی اس حیثیت سے کی گئی ہو کہ دونوں ساتھ ساتھ رہتے ہیں لیکن دونوں میں سے کوئی بھی کسی کی حالت اور تصورات میں دلچسپی نہیں لیتا۔ چند ادبا کا خیال ہو کہ گاؤں کے لوگ شہر کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں' انھیں یقین ہو کہ شہر شہدوں سے بھرا ہو وہ ان کی معصومیت سے فائدہ اٹھانے کو تیار رہتے ہیں' نیز اس کا یہ بھی احساس ہو کہ شہری ان سے نفرت کرتے ہیں اور بن بلائے مہمان کی طرح انھیں شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن لیے ناجائز استعمال سے بھی نہیں جھجکتے اس لئے جب وہ شہر جاتا ہو تو اپنے روپیہ احتیاط سے رکھتا ہو۔ کمر میں باندھ کر یا کوٹ کے اندرونی حصہ میں سی لیتا ہے۔ اورحان کمال کی ناول 'دولت کی سرزمین' تین کسان کریکٹر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ذریعہ اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے، یہ کسان Adana میں ملازمت تلاش کرتے ہیں ۱۳۔ ناول نگار اس کسان کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ اپنے گاؤں کی ہیبت ناک حالت سے مجبور ہو کر شہر آیا جہاں وہ بالکل اجنبی ہے، سنگ دل آجروں اور سرکاری افسروں کا دست نگر ہے۔

گاؤں اور شہر کے تعلقات کا دوسرا منظر بھی ادب پیش کرتا ہے۔ جو اتفاقی طور پر حیثیت سے زیادہ قریب ہے گاؤں والا اپنی کمیونٹی چھوڑتا ہے، کسی بھی وجہ سے، اور شہر کی راہ لیتا ہے جب اس کو ملازمت کا یقین دلایا جائے، شہروں اور گاؤں کے درمیان مسلسل آمد و رفت ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دیہات کے رہنے والے جو شہر میں ملازمت پیشہ ہیں وہ اپنے گھر آتے اور کبھی اپنے خاندان والوں کو شہر لیجاتے ہیں اور جو غیر شادی شدہ ہیں وہ یا تو سرائے میں ٹھہرتے ہیں، اس کا بیان یاسر کمال کی ناول 'مردہ وادی' میں موجود ہے یا سستے کمرے کرایہ پر لے لیتے ہیں۔ شہر پہنچ کر دیہاتی اپنے پرانے دوستوں سے تعلقات پیدا کرتا ہے جو اس کی نوکری ڈھونڈتا ہے اور اس وقت تک مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنی نگہداشت کے قابل نہ ہو جائے۔ ان جماعتوں میں باہمی تعاون کا اعلیٰ ترقی یافتہ شعور موجود ہے اس کی وجہ قرابت داری اور ایک ہی نسل سے مربوط ہونے کا احساس ہے، جو کسان شہروں میں ہیں اگر روپیہ بچا لیتے ہیں تو عمدہ کپڑے خریدتے اور شہریوں کی طرح اپنے کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گاؤں اور شہر میں ایک اور طرح کا رشتہ ہے جو اپنے نتیجہ کی بنا پر بہت اہم ہے۔ دیہات کا رہنے والا اپنا کوئی رشتہ دار یا گہرا دوست اکثر اسٹور کیپر کی حیثیت سے کسی قریبی شہر میں رکھتا ہے جب بھی اسے کسی مسئلہ پر اہم فیصلہ کرنا مثلاً تجارت شروع کرنی ہو یا بازار سے خرید و فروخت کرنی ہو، یا سرکاری کام ہو تو وہ اپنے دوست سے مشورہ لے گا۔ ابیدین کی ناول 'زرد ٹریکٹر' میں کسان اپنے رشتہ دار ہی کے مشورہ پر ٹریکٹر خریدتا ہے جو شہر میں مقیم تھا، دیہات کا آدمی ایسے رشتوں پر فخر کرتا ہے اور سیاست دنیا کے مسائل پر ان کی جو رائے ہوتی ہے اسے بہت اہمیت دیتا ہے، وہ انھیں اپنے سے برتر سمجھتا ہے، اگر اسے موقع ملے تو شہر منتقل ہو جائے۔ شہر کے لوگ جن سے یہ کسان اپنا معاملہ کرتے ہیں عام طور پر گاؤں ہی سے جا کر بسے ہیں کافی روپیہ کمانے کے بعد وہاں انھوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجارت شروع کردی یا جائداد خرید لی ہے، وہ اپنی تجارت کو ترقی بالخصوص اپنے سابق ساتھیوں سے دیتا ہے۔ بعض صورتوں میں وہ دیہاتیوں سے اُن کی پیداوار خریدتا اور کھانے کے لئے قرض مہیا کرتا ہے اس کی ادائیگی فصل کے موقع پر ہوتی ہے۔ مذہبی اور تہذیبی معاملات پر اُن کے خیالات میں بہت کم اختلاف ہوتا ہے، ان کے تعلقات دوستانہ ہوتے ہیں، پچھلے دس سالوں میں زراعت کو جدید مشینی طریقوں پر منظم کرنے کی وجہ سے گاؤں و شہروں کے تعلقات میں وسعت پیدا ہوئی ہے لیکن ان کی اپنی اپنی سماجی حیثیتوں میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ ملک کے مغربی و شمالی حصے خاص طور پر شہر، کوئلہ اور فارم کے پُرزے مہیا کرنے کا مرکز بن گئے۔ چھوٹے شہروں نے کثیر الجماعت نظام، کے ذریعہ مزید اہمیت حاصل کرلی۔ یہ حقیقت ہو کہ ڈپٹیوں کی خاصی تعداد انھیں علاقوں سے منتخب ہوکر آتی ہے۔

یہ واضح حقیقت ہے کہ شہر معاشرتی و تہذیبی اعتبار سے جنگی مورچوں کی حیثیت رکھتے ہیں ذہین طبقہ کے خیالات اور گورنمنٹ کی پالیسیاں عوام تک پہنچانے کا مرکزی وسیلہ ہیں۔ یہ ہوسکتا ہو کہ ان خیالات کی مزاحمت ہو لیکن گورنمنٹ کی پالیسیوں سے جوڑ کر انھیں مقبول بنایا جاسکتا ہے۔ مزید برآں حکومت کا نظم و نسق شہر میں مرکوز ہوتا ہے، جو ان نچلے درجہ کے آفیسروں کا مسکن بھی ہوتا ہے۔ یہ نچلا طبقہ مرکزی طاقت سے دور ہونے کی بنا پر آسانی سے مقامی لوگوں سے متاثر ہوجاتا ہے۔

اوپر کے ذہین طبقہ کے حقیقت پسندانہ تصورات، دیہاتیوں کے تجرباتی نقطۂ نظر سے کچھ مشابہت رکھتا ہو کیونکہ یہ طرزِ فکر فطرت اور زندگی سے براہ راست تعلق سے پیدا ہوتا ہو لیکن اُن کے درمیان چھوٹے چھوٹے شہر حائل کردیئے گئے ہیں جن میں نیم تعلیم یافتہ، متعصب، تنگ نظر اور صوبائی نقطۂ نظر کے حامل لیڈر رہتے ہیں۔ شہر ادعائیت، جامد اسلامی تصورات کا گہوارہ ہیں جو اس کو قدامت پرستی کا محفوظ قلعہ بنا دیتے ہیں۔

اس طرح، ترکی کو جدید رنگ میں ڈھالنے کا مستقبل ایسا لگتا ہو کہ اس کا فیصلہ شہر میں ہوگا۔ یعنی یہ شہر کسی حد تک نئے تصورات کو قبول کرتے ہیں لیکن عملاً عمرانی مطالعہ کا فقدان ہے جو شہر اور ترکی کے تجدد میں اس کی جگہ سے بحث کرے۔ تخیل پرست ادیار نے اس مسئلہ کو چھیڑا ہو، یعقوب قادری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اپنی ناول 'Panarma'، الحان تاروس کی ناول 'لیکلیا کا سرکاری وکیل'، یکتی کمال کا ڈرامہ 'میرا'، نیز ریتلا الحان نے اپنی ناول 'سڑک کا آدمی'، اور طاہر کمال ارحان کمال نے اپنی ناولوں میں شہر کی حالت پر روشنی ڈالی ہے۔

ان تمام تحقیقات میں ہیرو ممتاز شہریوں میں سے منتخب کیا گیا ہے، اس کی نمایاں حیثیت اس لئے ہے کہ وہ دولتمند ہے۔ اس کو متعصب، مکار اور جدید اصلاحات کے دشمن کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بہت چالاک ہو، وہ اپنے امتیازی القاب کے ذریعہ اپنی برادری کے مذہبی جذبات سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے، وہ متعدد بیویاں رکھتا ہے اور بلا کا شرابی ہے، ناجائز کاروبار کی لت اس کی گھٹی میں پڑی ہو۔ چونکہ وہ اصلاحات کو اپنی فوقیت و برتری کے لئے بہت ہی تباہ کن سمجھتا ہے اس لئے وہ نوجوان سرکاری افسروں یا صاحب فکر ذہین طبقہ کو جو اصلاحات کو نافذ کر رہے ہیں انھیں خراب کرنے یا خاموش کر دینے کی پوری کوشش کرتا ہے، جو لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں انھیں اپنی ترقی کے تباہ ہونے کے خطرہ سے شہر چھوڑ دینا پڑتا ہے، کچھ ایسے ہوتے ہیں جو مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ شہر پوری طرح مقامی جاگیردار کے اثر میں ہوتا ہے، سرکاری افسروں کی خاصی تعداد ان کا آلۂ کار ہو کر اصلاحات کو تباہ کر دیتے ہیں اس کے باوجود حکومت کو اپنے کارناموں کی شاندار رپورٹیں بھیجتے ہیں۔ کثیر الجماعت نظام حکومت کے قیام نے چھوٹے شہروں کے مالدار لوگوں کو اپنی حیثیت مضبوط کرنے میں مدد پہونچائی ہو ان کے بھتیجے بھانجے مقامی جماعتوں کے صدر ہوتے ہیں اور دوسرے قریبی رشتہ دار انتظامی عہدوں پر متعین ہو گئے۔ اب اس کو در پردہ جوڑ توڑ کی ضرورت نہیں وہ براہ راست اصلاحات پر حملہ کرتا اپنے ارادے کے مطابق استعمال کرتا۔

یہ ادبی کارنامے، جب شہروں پر اصلاحات کے اثر پر بحث کرتے ہیں، تو ذہین طبقہ کی نمایاں تہذیبی کوتاہ فہمی ظاہر ہوتی ہو جو سماج اور اصلاح کو سمجھنے میں ان سے ہوئی ہے بالخصوص عمرانی پہلو سے زیادہ سیاسی اور دعائے نقطۂ نظر میں واضح ہو، اس طرح ذہین طبقہ اصلاح کے اعلیٰ اصولوں کا حامل اس حیثیت کو ناقابل التفات سمجھ سکتا ہو کہ شہر صدیوں سے وجود میں آتے ہیں ان کی اپنی روایات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، انھوں نے اپنا خاص طرزِ حیات تشکیل دیا ہے جسکو سرکاری افسروں کے حکم سے نہیں چھوڑ سکتے، نوجوان حکام، جنھوں نے دوران تعلیم میں گاؤں کی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا تھا انھیں ایسی نامانوس ناقابل قبول چیز سے واسطہ پڑا تو وہ پراگندگی اور بے ہمتی کا شکار ہو گئے اور بہت جلد مجبور ہو کر شہر واپس جانے کی کوشش کرنے لگے، یہی نہیں ان میں سے کچھ یہ یقین کرنے لگے کہ تجدید کا مطلب ایک طرح کی آزاد زندگی ہے جو مغرب کے کسی بڑے شہر میں بھی نفرت انگیز سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً الحان تاروس کی ناول میں سرکاری وکیل جو کسی حد تک قابلِ نفرت انسان معلوم ہوتا ہے اور جو ایک طرف تو اصلاح سے غیر معمولی دلچسپی لیتا ہے مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ مسلسل خفیہ مہموں اور جماعتوں میں مبتلا رہتا ہے جو اسے ایک ضمیر فروش جاگیردار کی صف میں کھڑا کرتی ہے جس سے اس کی جنگ ہے۔

ذہین لوگوں اور اصلاح کے بارے میں ان کے طرزِ عمل پر یعقوب قادری نے اپنی دو جلد کی ناول Panarma میں روشنی ڈالی ہے، اس کی تمام ناولیں ری پبلکن ٹرکی کی سماجی تاریخ کا مطالعہ کرنے میں بے حد ممد و معاون ہیں۔ اس کے خیال میں روشن خیال طبقہ نے اپنی تصوریت کو چھوڑ کر دولت و عہدہ، سماجی اعزاز اور ذاتی حق کے لئے لڑنا شروع کر دیا۔ اور ہر اس اصول پر مصالحت کی جس کے لئے وہ لڑتے تھے۔ چند مضامین پر ماہر ہونے کا لقب حاصل کر کے دو ایسی چیزوں میں بھی مطابقت کرنی چاہی جن کے اندر بنیادی تضاد ہے دوسروں کو خوش کرنے کی دوڑ میں اپنے کو ڈال دیا تھا اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ مجرمانہ شعور اور شرمندگی کے ساتھ ماضی کے کارناموں پہ معذرت کرتے ہوں اور سماج پر اصلاحات کی صورت میں جو چیزیں زبردستی تھوپنے کی کوشش کی تھی اور اس کے لئے جو احمقانہ ذرائع اختیار کئے تھے اس پر وہ نادم ہیں۔ چند دانشور جو اصلاحات کے حامی اور وفادار رہ گئے وہ اصلاح کے مخالف سیلاب کو روکنے میں بے بس ہیں ان کی کوئی آواز نہیں رہ گئی۔

ادب میں دانشوروں کا طبقہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی حالت کی اطلاع نہیں ان میں سارے ایسے ہیں جو اصلاحات سے کسی نہ کسی حد تک متاثر ہیں، اس لئے وہ اپنی روایاتی تہذیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مغربی تہذیب کے بین بین کا راستہ تلاش کرتے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اقدار کے نئے مجموعہ سے ہم آہنگ ہوکر اپنے کو اجنبی نہیں سمجھتے اس کے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو پرانی دنیا میں رہنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن دانشوروں کی اکثریت اُن میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہو۔ ایلا الحان کی ناول 'سڑک پر انسان' کسی قدر مایوسانہ رجحان کی عکاسی کرتی ہو اس کے اندر اس نیم ذہین طبقہ کے بارے میں بحث کی گئی ہو جو فلسفیانہ تفکر اور ناقابل حل سوالات کو سوچنے میں لگا ہو بہرحال ایک طبقہ ایسا بھی موجود ہو جو اپنے افکار کی خاص جہت رکھتا اور اس کے بارے میں پُرامید ہو یہ طبقہ بیشتر کسانوں میں سے ابھر کر آیا ہو اور پورے استقلال سے ملک کے معاملات پر اپنی آواز و اہمیت کو منوانے کیلئے 'سبزہ آزما ہو' بالخصوص دیہاتیوں کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اس قوت کا سرچشمہ اُن کے متعین مقاصد ہیں۔ نیز وہ نفسیات ہو جو گاؤں کی فطری زندگی اور اس کے گرمجوش روابط سے پختہ ہوتی ہے۔ اُن کے دعوؤں کو روایاتی طرز فکر رکھنے والے دانشوروں نے رد کر دیا ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ کسانوں کی حالت پر بحث و مباحثہ ملک کے وقار کو ابتر کر دیگا اور اس سے سماجی منافرت پیدا ہوگی۔ ۱۴

ترکی میں ایک اور آخری طبقہ بھی ہے جسکو ہم ذہین طبقہ میں شامل کرتے ہیں۔ یہ لوگ عثمانی دانشوروں کی چند باقیات ہیں شمار ہوتے ہیں جو نئی نسل کی الجھنوں اور تشنجی کیفیتوں کے اندر اپنے اردگرد کے واقعات کو جذب کئے بغیر پر سکون زندگی گذار رہے ہیں۔ عبدالحق حصار کی ناولیں Fahim Bey and our Brother in law Camlisa اسی تغیر پذیر عثمانی عہد کی قابل تعریف تصویر میں پیش کرتی ہیں۔ our selves واتق یلے، اور فاہم بے ان ناولوں کے ہیرو دردمند دل کے مالک ہیں جو خالی الذہن ہیں جن کے سامنے کوئی حقیقی مسئلہ نہیں۔ یہ اس بات پر حیران ہیں کہ کیوں دنیا کو مکمل طور پر بدلنا چاہیئے۔ فاہم بے بدلتی دنیا سے اپنے کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ لیکن اس کی تربیت اور پرانے سماجی اقدار جس میں اُس کے ذہن کی پختگی ہوئی ہے، وہ نئے سماج سے متحد نہیں ہونے دیتیں، اس کے ذہن پر یہ خیال مسلط ہے کہ وہ ہر قیمت پر شرافت خاندانی اور شہرت کو باقی رکھے۔ اس وجہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک بڑی حویلی کرایہ پر لیتا ہے، اس کے اندر وہ خوفناک غربت و افلاس کی زندگی گذارتا ہے، پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتا، تجارت شروع کرتا ہے مگر اس میں اس کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ حقیقت کا انکار کر کے، وہ فرضی منافع کے حساب شمار کرتا اور جوتشیوں سے مشورہ لیتا ہے۔

جدید ترکی ادب کا اہم حصہ، بالخصوص مختصر ناولوں کا، اس نے اپنا مواد شہری زندگی سے لیا ہے۔ اس میں سماجی پہلو سے زیادہ فنی پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے۔ شہر کے موضوعات پر انفرادی حیثیت سے بحث کی گئی ہے۔ اسے عمومیت دینے کی کوشش نہیں تھی، پھر بھی سماجی عنصر تخلیق کی روح میں موجود ہے۔

ناول و مختصر کہانیوں کے خاص موضوع کے انتخاب اور ڈراما کی صورت میں پیش کرنے کے طریقے میں امریکی نمونہ کو اپنایا گیا جس میں شہری زندگی کی عکاسی کی گئی۔ ایک زمانہ میں ہالڈ ریڈ یپ ریڈوان کی اتباع کرنے کا رجحان تھا اُن میں انگریزی ناول کا طرز اپنایا گیا۔ مثلاً اسی کی ایک ناول The grour and his daughter شہری زندگی کے اظہار میں خاص کارنامہ ہے ۱۸۔ لیکن جلد ہی اس طرز کو چھوڑ دیا گیا اس کے بجائے Memduk.s.Esendle کے طرز نے مقبولیت حاصل کی جس میں اُس نے انفرادی واقعہ کو اپنایا اور اسے اپنی ناول The man from Aras and his tenant میں استعمال کیا۔

Sait Fauk پہلا شخص ہے جس نے ترکی کی مختصر کہانی کو نئی سمت کی طرف موڑا، اور اس کو فن کی اعلیٰ ترین چوٹی پر پہونچایا۔ نیز استانبول کے مزدور پیشہ لوگوں مثلاً مچھیرے، دوکاندار، پھیرے والوں، ڈرائیوروں، خوانچہ والوں اور دودھ والوں پر گہرے اثرات چھوڑے۔ اس نے ان کا مطالعہ نہیں کیا، بلکہ ایک مصور کی طرح ان کی زندگی کے ضمنی واقعات کی منظر کشی کی ہے، اُن کے ساتھ زندگی گذار رہا ہے، ان میں سے ایک ہو جانے کی کوشش کی۔ اسی بنا پر اس کے موضوعات زیادہ مستند اور زندگی سے بھرپور ہیں۔ ناتگ کی ایک ناول کا تمام ناولوں سے علیحدہ کر کے مطالعہ کیا جائے تو اس کے اندر براہ راست ممکن ہے سماجی مفہوم نظر آئے، مگر اس کی پوری تخلیقات شہری زندگی اور اُس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسائل کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ ۱۹۔ ناگ، اوکتی اقبال، ہیلڈون نائر وغیرہ کی ناولوں میں سماجی پہلو اس ماحول کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے جس میں پلاٹ کا تانا بانا تیار ہوا ہے، غریب عوام ان کے موضوعات ہیں اور وہ ہمدردی پائی جاتی ہے جو ان کے لئے موجود ہے۔ ایک گہرا احساس ہے جو سیدھے آدمی کی حمایت میں سا پڑھنے والے پر دیرپا اثر چھوڑتا اور خیالات کو عملی شکل دینے کی خواہش پیدا کرتا ہے، دوسرے لفظوں میں یہ ادب ایک طرح سے انسانی مسائل سے گہرے تجزیہ کے لئے نفسیاتی تیاری کا سامان ہے۔

شہری زندگی پر لکھنے والے ادیبوں کے علاوہ جن پر مختصر گفتگو کرنے سے انصاف ہوسکتا دوسرے بھی ہیں۔ مثلاً ارحان کمال، جو جامع طور پر شہر کے غریب ترین طبقہ کے بارے میں لکھتا ہے۔ خاص طور پر اس کی ناولیں A girls name اور Strik شہر کے مزدور طبقہ کی حالت بیان کرتے ہوئے اس بات کو کسی حد تک نمایاں کرتی ہیں کہ مشینی صنعتوں کے عمل نے لوگوں کے اندر اس حد تک تبدیلی پیدا نہیں کی جس کی توقع ماہرین عمرانیات کو تھی، کیونکہ تعلیم نے مشین کے کام کو پورا نہیں کیا۔ خاندانی تعلقات بحیثیت مجموعی روایاتی تصورات کے زیر اثر ہیں، اس بارے میں گاؤں سے آیا ہوا طبقہ زیادہ متاثر ہے۔ غربت، جہالت، تعلیم کی کمی اور معیار زندگی میں نمایاں فرق اس طبقہ کو شہر سے متحد کرنے میں مانع ہے۔

شہری زندگی کا ایک دلچسپ پہلو عزیز نیسن کی مختصر کہانیوں میں پیش کیا گیا ہے، یہ کہانیاں کتابی شکل میں اور اخبارات کے کالموں میں موجود ہیں۔ ۲۰۔ عزیز کی کہانیوں کا تعلق چھوٹی چھوٹی انسانی کمزوریوں سے ہے لیکن درحقیقت ان کی بنیاد سماجی قوتوں کے گہرے مطالعہ پر ہے، وہ دفتری گھس گھس، دفتری حکومت، شہرت کے بھوکے موقع پرستوں، برخود غلط دانشوروں، مکار ناصحوں وغیرہ پر تنقید کرتا ہے۔ سیاستداں اور نیا نیا مالدار طبقہ اس کے منتخب نشانہ ہیں بالخصوص ان کی میکانیکل تقاریر اس کی تنقید کا ہدف ہیں، طرز تقلید، ابن الوقتی، اوچھی اور غیر محتاط زندگی کا وہ مذاق اڑاتا ہے۔ عزیز نیسن کے عناوین معمولی روزمرہ کی زندگی سے ماخوذ ہیں، لیکن اپنی طنز اور ذہانت سے انھیں سماجی اہمیت دیدیتا ہے اور قاری کے اندر موجودہ حالات پر بے اطمینانی پیدا کرنے میں کامیاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوجاتا ہے اس کی مختصر کہانیاں وسیع طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ کیونکہ اس کا مقصد وہ روشنی ہوتا ہے جو سماج کی برائیوں پر پردہ ڈالتی ہیں۔

جس کو ہم قومی ادب کہتے ہیں اس میں Humanistic spirit کارفرما ہے اگرچہ قومی ادب کی اصطلاح کنزیز کی ناول جو ترکی سے باہر ترکوں سے بحث کرتی ہے اس پر ناموزوں ہے۔ یہ مصنف سرخ فوج کا ایک سابق افسر ہے جو بعد میں آذربیجان کے لیجن میں شامل ہوجاتا ہے اس کی تنظیم جرمنوں نے ۱۹۴۳ء میں ترک سرزمین کی آزادی کے لئے قائم کی تھی۔

The man who lost خوفناک سال Fright ful years.

وہ آدمی جس نے اپنے ملک کو کھو دیا his country۔ یہ کتابیں روس میں جنگی سالوں کی دلچسپ اور گہری کہانی پر مشتمل ہیں۔ اس میں جرمنی کے قبضہ کا حال اور روس کے خلاف اقلیتوں کی جنگ آزادی شامل ہے۔ ان ناولوں میں واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ سیاسی Indoctrination چاہے وہ کتنا ہی کیوں مضبوط ہو مذہب اور قومیت کے جذبات کو تباہ نہیں کر سکی اس کے برخلاف اس نے ان جذبات کو تقویت بخشی۔ آخری ناول "وہ بھی انسان تھے" مکمل طور پر اس جابرانہ عمل اجتماعیت کا اظہار کرتی ہے جو کریمیا کے تاتاری گاؤں میں شروع کیا گیا۔ یہ تخلیقات ایسے انسانوں سے ہمدردی اور رحم کے گہرے جذبات سے ڈوبی ہوئی ہیں جو طاقت ور تصورات کے چنگل میں گرفتار ہیں۔ یہ لوگ اتحاد تورانی کے حامل نہیں ہیں۔ کنزیز کی ناولیں ایک حساس دل کے ذاتی تجربات کی عکاسی کرتی ہیں اس کو آزاد خیال ذہین طبقہ میں مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

معاشرتی و عقلی ادب جسے اس مطالعہ میں پیش کیا گیا ہے، طلباء و استادوں میں کافی پڑھا گیا نیز اونچے طبقہ کے دانشوروں کے خاص حلقوں میں بھی مقبول ہوا۔ ان خطوط سے جو ادبی تخلیقات سے متعلق ایڈیٹروں کو موصول ہوئے ہیں اور جو متعدد رسالوں میں شائع ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ چھوٹی برادریوں میں بھی اس ادب کو بڑی دلچسپی اور شوق سے پڑھا جاتا ہے، شاید اس کی وجہ اس کی حقیقت نگاری ہے۔ حتیٰ کہ گاؤں میں بھی ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے جو اساتذہ لکھتے ہیں۔ مختصر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہانیوں کے پڑھنے سننے سے نمایاں دلچسپی لی جاتی ہے کیونکہ یہ ناولیں گاؤں کی زندگی سے متعلق ہوتی ہیں اور اس کی زبان آسان ترکی ہوتی ہے۔ ایسی تخلیقات کے ایڈیشن چند مہینوں میں ختم ہوجاتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس ہیں لوگوں کی دلچسپیاں کتنی وسیع اور گہری ہیں۔

عوام کے ذہنوں اور سرکاری افسروں پر اس ادب کے اثرات کو صحیح طور پر اس مرحلہ پر متعین کرنا سخت مشکل ہے۔ لیکن یہ بات بالکل یقینی ہے کہ سماجی بیداری دونوں حلقوں میں بڑھ رہی ہے۔ اس کا ثبوت وہ معاشرتی عنوانات ہیں جو اخباروں میں نظر آتے ہیں اور حکومت کے فیاضانہ سلوک سے جو سماجی مسائل پر بحث و مباحثہ کے ذریعہ کرتی ہے۔ ترکی نے کثیرالجماعت نظام حیات اپناکر ایسے سماجی و سیاسی جسارت کا اقدام کیا ہے کہ اس کا نتیجہ بالکل غیر متعین اور حقیقی نہیں ہے۔ ایک امید یہ ہوسکتی ہے کہ یہ جسارت سماجی، معاشی اور مذہبی میدانوں میں جمہوریت اور آزادی کو فروغ دے جس کی ضرورت سوسائٹی کے معیار ترقی سے ہے۔ یہی ادب کا عام مطالبہ ہے لیڈروں اور ترقی پسند جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مطالبہ کو صحیح طور پر سمجھیں اور اس کا جواب تعمیری طریقوں سے دیں۔

فرہنگِ عامرہ

"فرہنگِ عامرہ" عربی، فارسی اور ترکی لغات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس کو مولانا عبداللہ خاں صاحب خویشگی نے بڑی کاوش سے اردو فارسی خواں طلبہ کے لئے ترتیب دیا ہے۔

لفظ کا صحیح تلفظ ادا ہو اس کے لئے مؤلف نے حرف پر اعراب لگانے کا خاص اہتمام کیا ہے جس سے طلبہ کو لفظ کے صحیح پڑھنے میں مدد ملے گی۔

۴۰ ہزار با تلفظ لغات کا یہ خزانہ صحت کتابت کے ساتھ طبع کرایا گیا ہے۔ ہمارے پاس کتاب کے قدیم ایڈیشن کا کچھ ذخیرہ آگیا ہے۔ پورے کپڑے کی جلد معہ خوبصورت ڈسٹ کور۔

قیمت آٹھ روپے۔ مکتبہ برہان اُردو بازار جامع مسجد دہلی ملا

© rasailojaraid.com